

ضمیمہ

امام کے خاکروہ شید

قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ

حالات و سوانح

—•—

مہاربات و معاربات

قاضی اسد بن فراتؒ

فاتحِ صقلہ

امام محمدؒ کے شاگردِ رشید

تالیف: رئیس احمد جعفری ندوی

بتعاون و شکریہ: عقیل قریشی (مدیر: کنوزِ بلاگ)

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری



اس کتاب میں اسد بن فرات کا ذکر کئی مرتبوں پر آیا ہے۔ وہ امام مالک کے شاگرد رشید تھے۔ پھر انہوں نے امام محمد اور امام ابو یوسف سے بھی استفادہ کیا۔ امام محمد سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ کچھ ان کی شفقت اور لطف و کرم کے باعث اور زیادہ تران کے ملکہ و اجتماع و وسعت نظر اور جامعیت علوم کے باعث ان سے عقیدت رکھتے تھے۔

اسد واصل مالکی فریب کے سربراہ وہ علما جن سے تھے۔ لیکن بعد میں سند تقابلاً نثر ہوئے تو زیادہ تر حنفی مسلک کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔ وہ گونا گوں صفات و کمالات کے جامع تھے۔ بہت بڑے عالم تھے، مجتہد تھے، زاہد اور متقی تھے اور ساتھی ساتھی سادہ مرد مجاہد بھی۔

خاتج مقلید کی حیثیت سے ان کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔

چونکہ اسد کو امام محمد سے اور ان کے بھتیجوں سے گہرا ربط و تعلق تھا۔
 لہذا تاریخِ متقلید (جلد اول و دوم) سے ہم نے اسد کے حالات جمع کر کے
 ضمیر کے طور پر شامل کر دیئے ہیں جو اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے
 اس میں ہیں جن کتب و حوالہ کے اسناد آپ کی نظر سے گزریں گے، وہ بھی
 تاریخِ متقلید (حالات اسد) ہی سے ماخوذ ہیں۔

زیریں احمد جعفری

قاضی آسین فرات فاتح صلیہ

قاضی اسد کی کینت ابو عبد اللہ باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ خڑا کا کرتے تھے، میں اسد (خیر) بول، جو خوشی جاہلوں میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں اور یاں میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا "سنان" (ظفرے کی آبی) تھے جو چھپا ہوں میں بہتر ہے۔

میں کا خاندان بزرگم ہن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ اسد کا آبائی وطن فیثا پور (خراسان) تھا، وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کے والد ہجرت کر کے بمقام حران (دوبارانی بکر) آئے اور وہ یہیں مسکنہ میں پیدا ہوئے۔
آبائی پیشہ سپ گری تھا، وہ برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ مسکنہ میں محمد بن اشعث کی فرج کے ہمراہ افریقیہ آئے، قزوین میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر ان کے والد نے تیرہ سن میں قیام اختیار کیا، نو سال وہاں مقیم رہے۔

۱۰ سال کی عمر میں جو من کے ایک گھاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم ختم کی ان دونوں ان کی والدہ نے ان کے تعلق خواب میں دیکھا کہ ان کی بیٹی پر گھاس آگ آئی ہے اور اسے مویشی چر رہے ہیں۔ تعمیر دینے والے نے بتایا کہ یہ درہ کا آگے چل کر علم و فضل کا مالک بنے گا، اور علم کے سہو کے اس کے خواب علم سے بیروں گئے۔

نیوٹن میں تحصیل علم

اس کے بعد ان کے دینی علم کی تکمیل کا وقت آیا۔ ان دنوں نیوٹن میں علی بن زیاد کی مسند درس بھی ہوئی تھی۔ یہی اس کی طرف رجوع ہوئے اور ان سے علم حدیث و فقہ کی تکمیل کی، مؤلفہ ام مالک سے پہلی مرتبہ ان سے ملے تھے۔

امام مالک کے حلقہ درس میں

پھر مشائخ میں تکمیل علم کے لیے مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور یہ منہورہ پہنچنے تک امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔

امام مالک کے درس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ موطا کے درس میں طلباء کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے جنہیں تلامذہ لکھتے جاتے تھے۔ عبد اللہ بن عبد اللہ اور عبد الرحمن بن قاسم امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے اور ان کی پیشیت امام ابو حنیفہ کے اصحاب، امام محمد ابو یوسف کی ایسی تھی اور جیہ دونوں کے جواہر کو لکھتے تھے۔

امام صاحب نظر باقیل وقال کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور مسل و سادہ طور پر بعض روایات کی زیادتی جواب دیتے تھے، اور اس کی وجہ سے تلامذہ اپنے طالب علمانہ مشاغل و ملی کو پیش کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ جب اسد ان کی مجلس میں شریک ہوئے تو ان قاسم و غیروں نے ان کے ذہنی سے اپنے مشاغل مشائخ پر جانے والے اور اس کو کھاتے اور اسد امام صاحب کے سامنے پیش

کرتے، اور بلاخر امام صاحب نے انھیں بھی اس کی مخالفت کر دی، لہذا واقعہ اس کی زبان سے یوں ہوا
ہوا ہے :-

”ہمارے امام صاحب کا نام و خیر، مجھے سکھانے کے نکلنے کے متعلق میں
سے دریافت کروں، چنانچہ حسب ان سے سوال کرتا تو وہ جواب دے جاتے
اس کے بعد میرے ساتھی مجھے پیروں سکھانے لگے کہ ”اگر یہ ایسا ہے تو یوں
ایسا ہوگا، اور یوں ہے تو یہ یوں ہوگا۔ اس پر میں اسی طریقہ سے سناؤ
کرتے لگا، ایک دن وہ مجھ سے تنگ آ گئے، اور فرماتے لگے کہ مسئلہ پر مسئلہ
چیز دکھا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ ایسا ہے، اور ایسا اگر تم یہ چاہتے ہو تو
تمہارے لیے عراق کا راستہ ہے۔“

اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ ”میں اس مسئلہ پر گزرتے
ہو، میں اس مسئلہ اس قسم کی حرکت نہ کروں گا۔“

موضوع سبقتا سبقتا ان سے پڑھنے کے بعد انھوں نے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا شوق ظاہر کیا تو
امام مالک نے فرمایا :-

”وہی کتاب ہے جسے کئی ہے، جو میں دوسروں کو دے رہا ہوں۔“

جب یہاں تیسری سلسلہ کی تکمیل ہو گئی تو انھیں عراق بابرقتہ حنفی کی تفصیل کا خیال پیدا ہوا اور امام

ملنے اس واقعہ کو بعض دوسرے مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے، ”انھوں نے جواب دے دیا، اس نے دوبارہ
پوچھا، امام مالک صاحب نے دوبارہ جواب دیا، اور پھر دوبارہ جواب بھی دیا، جب چوتھی مرتبہ اس پر پھر
پوچھا تو امام مالک نے فرمایا کہ ”اے منزل، میں تمہارے لیے کافی ہے، اگر تم رائے چاہتے ہو تو عراق جاؤ۔“ اس
پر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ اسی وجہ سے عراق چلے گئے، لیکن جیسا کہ اس کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، یہ
صحیح نہیں ہے، بلکہ جب یہاں دوسری تکمیل کر لی تب عراق گئے تاکہ فقہ حنفی کی تفصیل کریں۔ (تاریخ تنقیص ۵)

مالک سے رخصت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے خاص التفات سے انہیں رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہے

”میں اور عمارت بن اسد قنص اور غالب بن محمدی، امام مالک کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوئے، میرے دونوں ساتھی مجھ سے پہلے بارپاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ میں کچھ وصیت فرمائیے، انہوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں ہذا فتاویٰ سے تمہارے لیے تقریریں، تقریریں اور اس کی صحت کی ضرورتیں کی وصیت کرتا ہوں۔“

اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے تو میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا، کہ اپنے وصیت نامہ انہوں نے تمہیں اپنی وصیت میں ہم لوگوں سے زیادہ عطا فرمایا۔“

راوی سلیمان کا بیان ہے کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف فتویٰ اللہ کی وصیت فرماتے تھے۔

عراق میں تحصیل علم

اس کے بعد اسد مدینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظم کے ارشد تلامذہ کی مسند درس بھی ہوئی تھی یہاں آکر امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور اسد بن عمرو کے حلقوں میں شریک ہوئے

لے ان شہداء عراق میں صاحبین کے اسرار معلوم و مشہور ہیں، ابو حنیفہ اور اسد بن عمرو بھی امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ تھا کہ انہی نے سب سے پہلے امام اعظم کی کتابیں ان سے نقل کی ہیں، ان کے حالات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور طبقات متوفیائے ص ۱۶۹ میں ہیں۔

اور ان کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہائے احناف سے بھی فقہ کی تحصیل کی۔

امام محمد کا التفات خاص

امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں انقباض حاصل ہوا، ان کی اجازت سے ان کے عام درس میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی ان سے پڑھتے تھے، اور پھر ان کی غریب الوطنی سے ہر جتنی سال امداد بھی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان بن سالم سے بیان فرمائے، فرماتے ہیں

میں نے امام محمد بن حسن سے کہا کہ میں پر دہی ہوں، اور آپ سے فقہ و حدیث کا بہت کم سراپہ بھی کر سکا ہوں، کیونکہ آپ کے حکماء کی تعداد زیادہ ہے، اس لیے میرے لیے کیا خاص عنایت ہو سکتی ہے؟ انھوں نے فرمایا: "مراقبہ طلبہ کے ساتھ، دن میں شریک و برادر رات کا وقت صرف تمہارے لیے خاص کرتا ہوں، رات میرے بعد اس گنبد و دہی میں انھیں حدیث سنایا کرتا تھا، چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود کوٹھے پر رہتے تھے، اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اترتے اور دوس کے لیے اپنے سامنے ایک پیاد میں پانی رکھ کر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے پڑھتے رات زیادہ گزر جاتی تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے دھتکتے ہوئے دیکھ کر ایک پتھر پانی میرے منہ پر چھڑکتے اور میں بیدار ہو جاتا۔ ان کا اور میرا ہی طریقہ دوست و جلدی رہا، ایسا تک کہ میں میں خود ان سے پڑھنا پڑھتا تھا، پڑھتا

امام محمد کی شفقتوں کے سلسلہ میں کہتے ہیں :-

"میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقہ درس میں بیٹھا تھا، ناگہاں وہیں لگانے والے کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھ کر گیا، اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا، اور پھر نے مجھ سے چچا، مسخری، تم سبیل کا پانی پیو، پھر "میں نے عرض کیا تھا

آپ کو فلاح دے میں تو میں سبیل نہیں دوسری ختم کر کے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازے پر آواز دی، دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ امام عہد کا عدم ہے، اس نے مجھ سے کہا، آجائے آپ کو سلام کیا ہے اور آپ سے کیا ہے کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا کہ تم "ابن سبیل" ہو، اس نے اس فقرہ کو لے کر اور اپنی ضرورت میں پوری کر دیا۔

اس کے بعد اس نے ایک چھاری تھیلی میری طرف بڑھائی، میں اس میں خوشبو کا اس میں حلیم کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آکر تھیلی کھولی تو دیکھا کہ اس میں تین اشرفیاں میری ہوئی ہیں:

امام مالک کی نعمات اور لوگوں کا ان کے تکرار کی طرف بوجھ

اسد عراقی میں بتائیں علم میں معروف تھے کہ مدینہ سے امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی، اور اسی وقت سے امام مالک کے تکرار، لوگوں کا سرچ بن گئے، میں میں اسد بھی تھے، وہ اس واقعہ کی روئے بیان کرتے ہیں:-

ہم لوگ ایک دن امام محمد کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور لوگوں کو پھانڈتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا، وہ ان سے کوئی خبر پوچھنے کی جس پر امام محمد مل اٹھے "انا للہ وانا الیہ راجعون" ایک مصیبت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں، امام ابن انس کا انتقال ہو گیا امیر المؤمنین فی الحدیث نے وفات پائی۔

یہ خبر سہو میں پہنچی، پھر کھلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ امام ابن انس کی وفات پر غمگین ہوئے، میرے گئے اور اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ جب کوئی مالک ابن انس کی حدیث روایت کرتے لگتا تو ایک خلعت اس کے گروائے آتی

اور اس قدر چمکے جو جانا کہ راستے بند ہو جاتے :

صحابہ میں کاسک موطا کا درس لینا

اسی سلسلہ میں احمد سے بھی لوگوں نے امام اہکث کی روایتیں لیں اور پھر انہیں یہ قابل فخر اعزاز حاصل ہوا کہ امام ابو یوسف نے اس تشنہ علم کو سیراب کرنے کے بعد اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی جو وہ مدینۃ العلم شرب سے حاصل کر لیا تھا، چنانچہ امام ابو یوسف نے احمد سے موطا امام اہکث کا درس لیا۔

پھر حسب اس کی خبر امام محمد کو بھی تو فرمایا، ابو یوسف علم کی خوشبو بونگھ لیتے ہیں، اور اس کے بعد احمد سے موطا، اسکے درس کی خود بھی خواہش کی اور اس حیثیت سے احمد کی شخصیت اسلام کے دو ذاسب کے اساطیرن اولین کے درمیان ایک سلسلۃ الذمب کی قرار پائی۔

احمد نے مشرق میں فتوح کی جتنی کی تفصیل کے علاوہ مشرق عراق میں سے بھی بن کر بن ابی زائدہ کوئی، ابو جبر بن عیاش، مسیب بن شریک اور بیہثم بن شریک وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، اور ان سے حدیثیں نقل کیں، ان میں سے صرف موقوفہ الذکر بیہثم بن شریک سے ۱۲ ہزار حدیثیں لکھیں۔

یہ حافظ حدیث تھے، ذکر ابی زائدہ، عاصم اول اور داؤد بن ابی جندبہ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں ملاحظہ فرمائیے کہ احمد وہ امام ہیں جنہیں کبھی ابن معین، ابن المذنبی، اور احمد بن حنبل، بطریق اکابر محدثین میں نہیں ملے، سنائی، ابن مسیب اور داؤد وغیرہ نے قریش کی بہت مشائخ میں روایت پائی، انصار مذہب اکمال الخیرین، ضیع ص ۲۲۵ (تاریخ تحقیق)

یہ ان کے مشیر حدیث ہیں حسین بن عبد الرحمن اور ابو حصین وغیرہ میں، اور ملاحظہ فرمائیے کہ ابن مبارک ابن حنفیہ اور احمد وغیرہ، اکابر محدثین نے قریش کی بہت مشائخ، روایت مشیر، روایت مشیر، ملاحظہ مذہب اکمال الخیرین، ضیع ص ۲۲۵ (تاریخ تحقیق)

وطن کی واپسی

اسد حبیب مشرق میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو وطن کی واپسی کا خیال آیا، لیکن مصارف کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے سخت پریشان تھے، آخر امام محمد کے سامنے تذکرہ آیا، انھوں نے فرمایا: "تھوڑا کچھ دوسرے کے سامنے کروں گا،" اس پر اسے کہہ کر آسانی دلی پہنچ جاوے گی۔

چنانچہ امام محمد نے دوسرے سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسد کے شے کی تالیف مقرر ہوئی، جب اسد دلی محمد کے محل میں جانے گئے تو امام محمد نے انھیں سمجھایا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ جس رکھ رکھاؤ سے پیش آؤ گے، ویسا ہی وہ بھی تم سے برتاؤ کریں گے، اگر تم اپنی خود داری قائم رکھ کر ان سے ملو گے تو وہ بھی تحصیل باعزت و خوددار بھجیں گے۔

اس کے بعد اسد دلی محمد کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا اور کبک مگر بٹھارایا یہاں ان کے سامنے زسکا ہوا ایک خوں لایا گیا، اسد نے پوچھا: "یہ جو کچھ لائے ہو، مختاری طرف سے ہے یا مختار سے آتا کی طرف سے؟" "پھر وہ بولا: "آقا کے حکم سے لایا ہوں،" اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا:

"مختار آقا کبھی اسے پسند نہیں کر سکتا کہ اس کا صہان اس کی شرکت کے بغیر کھانا کھائے،

صاحبزادے یہ مختار ہی حسان ہے، مجھ پر بھی مختاری مکافات واجب ہے، یہ کہہ کر حبیب مثالی اس میں من کا سدا، سراپا صرف چاہیں، ورم تھا، انھوں نے اس کے صدم میں بڑی فرخ و مصلیٰ سے چاہی پھر ورم، اس کی طرف بڑھاوئے، اور وہ ان اٹھائے کا اشارہ کیا،

خادم اسد سے بہت زیادہ خوش ہوا اور سارا، اقتدا اپنے آقا سے جا کر کہ دیا، وہ من کر محفوظ ہوا اور اسد کو اندر طلب کیا، اس کے بعد اسد کہتے ہیں :-

لے = بارہ دن دیشیہ کا گزارا تھا، دوسرے سے مراد قاتبا شہزادہ محمد (امین) ہے۔

(ساریخ حقیقہ)

میں دلیلیہ کی خدمت میں پہنچا۔ وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے۔

اس کے سامنے ایک دو سر تخت بچھا ہوا تھا، جس پر صاحب بیٹھا تھا تیسرا

تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر مجھ سے مختلف گفتگو میں

کرنا رہا۔ اور میں مناسب جوابات دیتا رہا۔ جب میری دلیلیہ کا وقت آیا تو

ایک قندھک کر سر کمر لغاز میں میرے حوالے کیا اور کہا کہ اسے صاحب دیوان

کے یہاں لے جاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا، ہمیں انشاء اللہ یہاں آنے سے شرمگاہ

اسی لحاظ میں دس ہزار دیئے بدلنے کی ہدایت تھی۔ جب یہ رقم وصول ہو گئی تو اسد نے دلیلیہ

کے حکم کے مطابق اس کے یہاں دوبارہ جانا چاہا۔ مگر امام محمد نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ اگر اب ان لوگوں

کے پاس دوبارہ جاؤ گے تو وہ تمہیں اپنا غلام تصور کریں گے۔

اسد نے دوبارہ ملنے کا خیال ترک کر دیا۔ اور رخصت سفر باندھ لیا۔ اور اپنے شفیق استادوں سے

رخصت ہو کر مسعودانہ ہو گئے۔

اسد نے امام محمد کے دل پر اپنی محنت جفا کشی اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے

وہ ان کچھ آنے کے بعد مجلسوں میں ان کی تعریف فرماتے تھے۔ صاحب سلام کتاب ہے۔

امام محمد کو معطلہ میں ان کی تعریف کرتے تھے اور ان کے سطرہ طریق

درس اور مہارت کی توصیف و ستائش فرماتے تھے۔

اسد مصر میں

مصر میں اس وقت عبداللہ بن وہب، اشعث اور عبدالرحمن بن قاسم علم کے علمبردار تھے اور یہ

تینوں امام مالک کے ایسے جلیل القادح تھے جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے۔

اسد باری باری ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشعث سے نمونہ کی

لئے امام محمد اور اسد کے یہ واقعات مختلف روایات و بیانات سامنے دکھلا کر سبب عصمت میں زیادہ کئے گئے
(تاریخ حنفیہ)

اور مؤرخ الذکریہ تو ایسی نوک جھونک ہوئی کہ اگر عبد اللہ بن عبد الحکیم وغیرہ بچاؤ نہ کرتے تو ہرے
ننگے پید اہرتے۔

آخر میں عبد الرحمن بن قاسم کی طرف رجوع کیا۔ یہ اپنے علم و فضل زہد و روح اور کبر سنی کی وجہ سے
بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ عبادت ریاضت کا یہ حال تھا کہ دن رات میں تین ختم پڑھتے
اور گھنٹوں نماز پڑھتے رہتے تھے۔

مختلف روایت دے دے اور قیاس میں سب پر یکساں نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی ہی جامعیت
اسد کے لیے باعث کشش تھی۔ ایک دن انھوں نے جو شہادت میں ان کے متعلق مسجد میں آواز
بلند کیا۔

”حضرت! اگر مالک بن انس کا اعتقاد سچا ہے تو یہ دو ہر ایک ہمارے
دوبار موجود ہے!“

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا اور پھر الام سے روزانہ ان کی خدمت میں حاضر
ہونے لگا۔

اسد کی تدوین

اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہو گیا کہ وہ ابن قاسم سے روزانہ فقہی مسائل و سوالات کرتے وہ
جوابات دیتے۔ اس سوال و جواب کو تدوین کرتے جاتے۔ ابن قاسم اپنے جواہر میں امام مالک کے
فتاویٰ بیان کرتے۔ ان پر احادیث سے استدلال لگاتے اور قیاس و رائے سے ان جواہر کی سمت کے
ثبوت جمع بنیات۔ یہاں تک کہ انھوں نے ان جواہر کے املا کرنے کے لیے روزانہ کچن ختموں
کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کر دیا۔

اس طرز پر سوال و جواب ساٹھ جزیوں میں مدون ہو گئے اور یہی کتاب و خیابان فقہ مالکی کی
سب سے پہلی کتاب تھی۔ اس نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر ”الاسد“ سے موسوم کیا۔

اسدیہ پہلا حملہ اور اس کی پہلی قتل:

الاسدیہ کی ترتیب کے بعد انھیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا۔ اس اثنا میں الاسدیہ کی شہرت پہلی ہو چکی تھی۔ اہل مصر نے اسدیہ سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا۔ اسدیہ نے اس کے دینے سے تامل کیا، اور یہ معاف کاغذی ٹک بچھا۔ اسکا دعویٰ تھا کہ ان کی نقل ان کے حوالے سے لی جائے، لیکن اہل مصر اس پر آمادہ نہ تھے۔ تھوڑے روز کہ کے بعد قاضی نے اس کی نقل اسدیہ سے واپس لی۔

اسدیہ کی دوسری نقل ابن قاسم کے لئے

جب اسدیہ مصر سے روانہ ہوئے تو ابن قاسم نے کچھ سالان ان کے حوالے کیا کہ اسے افریقہ میں فروخت کر کے اس کی قیمت سے کاغذ خرید لیا جائے۔ اور اسدیہ کی ایک نقل ان کے پاس بھیج دی جائے۔ چنانچہ افریقہ پہنچ کر انھوں نے اس کی ایک نقل بھیج دی۔

اسکا درودانہ لقیہ اور تلامذہ کی کثرت

اسدیہ لقیہ میں مصر سے قبروان واپس آئے اور یہاں پہنچتے ہی مخلوق کا ہجوم ان کی طرف اُٹھ آیا۔ اہل انصاری نے مالک کی نوٹا اور الاسدیہ کا درس جاری کر دیا۔ امام مالک سے بڑیک واسطہ حاصل لینے اور الاسدیہ کی روایت اور سماع کے لیے افریقہ و مغرب کے عظیم القدر تلامذہ نے اسدیہ کے سامنے ڈھولے تھکے کیا اور چند ہی دنوں میں ان کی اسدیہ کی روایت جیسے المدۃ لہ بھی عرف عام میں کہنے لگے تھے۔ سارے افریقہ و مغرب میں پھیل گئی۔

اسدیہ کی تیسری نقل موسیٰ المدنی و ابی الجبرئیل اور امام یحییٰ بن علی حنبل

جب الاسدیہ شہرہ آفاق حیثیت حاصل کر کے خاص و عام میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی

گئی تو اہل علم نے خصوصیت کے ساتھ اس پر توجہ کی اور اس کی نقل کا اہتمام کیا۔ اس کے مقررہ اس میں وہ طویل القدر علماء، محضون اور محدثین و شیعہ بھی شریک تھے۔ ان دونوں نے اس کی باطنی اس کی نقل تیار کرنی شروع کی۔

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ تلامذہ کا فرض تھا کہ استاد کی اہانت کے بغیر اس کی نقل نہیں اور نہ اصل وہ نسخے جو استاد کی تصدیق کے بغیر ہوئے معتبر ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان دونوں نے اس کی نقل حاصل کرنی شروع کی اس لیے جب اس کو اس کا حال معلوم ہوا تو انھیں سخت ناگوار لگا، اب وہ لوگوں کو نسخہ کی جڑی نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے تھے۔ اگر اس وقت تک محضون کا نسخہ قریباً مکمل ہو چکا تھا صرف باب کتاب التسمیہ کی نقل باقی رہ گئی تھی۔

محضون اس کی نقل حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہے، چنانچہ ایک دن ایک شخص جڑو سے اس کے پاس آیا اور ان سے کتاب التسمیہ کی نقل چاہی۔ انھیں شبہ ہوا کہ کہیں یہ محضون کا فرستادہ نہ ہو اس لیے اسے نقل دینے سے انکار کر دیا، بالآخر اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اس کی نقل محضون کو نہ دے گا، اس پر اس نے کتاب التسمیہ اس کے حوالے کر دی اور اس نے نقل حاصل کر لی۔

وہ شخص واقعی محضون کا فرستادہ تھا، اس کی خدمت میں واپس جا کر گیا۔

”ابو سعید! یہ تو مگر نقل مجھے بغیر حلف اٹھائے نہ مل سکی۔ اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اس طریقہ سے علامہ کی نقل محضون کے پاس مکمل تیار ہو گئی، مگر اس کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

چند دنوں کے بعد محضون نے سفر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم کی مشائیت کے لیے نکلے، ان میں اسدی بھی موجود تھے۔ اس نے دیر پردہ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ علامہ کی نقل مکمل ہو گئی ہے یا نہیں، ان سے کہا:

”اگر تمہارے پاس یہ نسخہ نہ ہوتی تو تم اسے ابن قاسم سے سن لیتے۔“

محضون نے سنجیدگی سے جواب دیا:

وہ میرے سامان میں موجود ہے۔"

اسدی سن کر خاموش ہو گئے اس کے بعد معصوم بنی کہ سخنوں کے مصرعے مسکری، اس غرض بنی قاسم سے المادیہ کی روایت و اسناد ہی ہے۔

چنانچہ وہ مصرعی ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے سب سے پہلے اس کی خبر بتا دی، سخنوں نے کہا: تمام ممالک میں ابن کا ملاحیہ کیا ہے؟
ابن قاسم یہ سن کر مست خوش ہوئے۔

اس کے بعد سخنوں نے ابن قاسم سے المادیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروٹ کی کہ اس کے مرتب کئے ہوئے سوالات سخنوں پڑھتے، اور ابن قاسم نے جو جوابات المادیہ میں لکھائے تھے، انھیں وہ پڑھ دیتے، اس طریقہ سے چوبی اسدیہ تمام کی۔

اس قرأت میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جواہروں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کر دی تھی۔ اور بعض قصوں سے بچ کر رہا تھا۔ سبب سخنوں مسرے رخصت ہونے لگے تو ابن قاسم نے اسدیہ کے نام ایک خط لکھا کہ: مستند مدائن کے جواہروں میں کہیں کہیں ترمیم ہو گئی ہے۔ پہلے نسخہ کو سخنوں کے نسخہ سے مل کر تصحیح کر لو۔

اگرچہ اس زمانہ میں بدعات پر معمولی بات معلوم ہوتی تھی کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کرنی چلے، مگر اس زمانے میں کتابوں کے نسخوں کے لیے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور ان کی مختلف حیثیات کے لحاظ سے ان میں جو فرق مراتب قائم ہوتا تھا، اس لحاظ سے اسدیہ کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا لیکن وہ بڑی فراغت سے سخنوں کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر وہ سی حرف ان کے تکرار کی باعث تھی، اسدیہ ان سے بھی تذکرہ کیا۔ ان دو گون نے اس میں اپنے استاد کی توہین محسوس کی کہ وہ یہ ایک شرف تکرار کھنے کے باوجود سخنوں کی شاگردی ہیں، داخل ہوں، کیونکہ سخنوں کے نسخہ سے متفق ہو کر اپنے کے بعد اس زمانہ کے درس و تدریس کے قواعد کے مطابق اسدیہ سخنوں کی شاگردی میں داخل ہو چکے۔

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کر لیا کہ وہ ابن قاسم کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا۔

لیکن انیسویں صدی کے آخر میں اچھا نہیں ہوا، سخنوں نے مصر سے واپس آکر بڑی شان و شوکت سے اپنی مسند پر بیٹھائی۔ سارے مغرب میں ابن قاسم کے مکتب کی شہرت پہنچی تھی۔ لوگ جوق و جوق سخنوں کے پاس آئے اور ان کی ترسیم شدہ اسدیہ کی روایت ان سے لی جس سے اسد کا نسخہ روز بروز بے وقعت ہوتا گیا۔ اور سخنوں کی فروغ کو اعتقاد حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ سخنوں کو امام کا لقب عطا ہوا اور اسی کے نسخہ کی بدولت اس کا نام اسد کے نام پر غالب آ گیا۔

اگرچہ سرچوہ زمانہ میں سخنوں کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ نہ سمجھا جاتا تھا مگر اس زمانہ میں سخنوں کی برتری اور پستی اور روایتوں میں راویوں کی لقاء و منقطع کے جو اعتبارات قائم تھے انہیں دیکھتے ہوئے اس کا طرز عمل شاید قابلِ التزام نہ سمجھا جائے اور دراصل اس میں صحیح رائے اسی زمانہ کے اہل علم طرہ قاسم کر سکتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابو الفاضل، ابو الفہم بن احمد ہمدانی، عبد اللہ اسد کے اس طرز عمل کے مطلقاً برے اہل نظر تھے۔

دوست وہی ہے جو اسد نے کیا، کیونکہ انہوں نے ہی قاسم سے سوالوں کے

جواب بالمشافہ حاصل کئے تھے۔ خط کے ذریعے سے سماع کی مقبولیت کا اسد

اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، اس لیے کسی چیز کو مستحقِ علیہ ہر کسی ایسی چیز

کی خاطر نہیں سمجھ سکتے جو مختلف فیہ ہے۔

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جسے سخنوں مصر سے لائے تھے، اسد کے اپنے نسخہ میں جو بالمشافہ متنازعہ اور مختلف فیہ تھے وہ مستحقِ علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا۔

اسد کے لیے اس وقت بہتر شکل یہ تھی کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے اور ابن قاسم کے سامنے اپنے نسخہ کو دیکھ لیتے۔ مگر ان کے مکتوب کو رد کر دینے کے بعد شاید استاذہ تمییز میں ایسی مسافتیں باقی نہ رہ گئی ہوں کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی لقاء قاسم ان تمام

حالات کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت و احترام سے لیتے رہے۔ اگرچہ یہ روایت بھی مشہور ہو چکی تھی کہ جب ابن قاسم کو اسد کے انکار کی خبر ملی تو انھوں نے اسد یہ کہہ کر مقبول ہونے کی بددعا کی۔ اور شہرت تھی کہ انکی دعا بابِ اجماع تک پہنچی۔

مگر اسد نے کسی بھی استاذ کے ادب و احترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ میں جب یہ مسئلہ چھڑا ہوا تھا، فقیہ عمران کی خدمت میں پہنچا، انھیں وہ تے برے پایا۔ سمر نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا، "میں کوئی مصیبت نہیں، لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی کتابِ سخون کی کتاب پر وہ راویوں، حالانکہ سخون کی میں نے تربیت کی ہے۔"

اس پر سمر نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی۔ اور ابن قاسم کے خط کھنڈ پر لکھ دینی شروع کی تو اسد فوراً بولے، ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے تو تمہارے لیے یہ کتنا اذکار ہوگا۔

اسی طرح اسد کے عہدہ قضاء کے زمانہ میں کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تسقیف کی، اور ان کی وہ اہمیت حدیث پر چھوٹ کر، جب اسد کو خبر ملی تو انھوں نے اس کی تعمیل کر کے اس فقیہ کو سنگین سزا دی۔ اور انھیں بری طرح پٹوایا۔

الغرض اسد یہ کیسی سفاقت اور ایثار کی بھرپور مثال ہے۔ صرف ان دونوں میں چند مسائل کا فرق ہے، اور اس وقت سے وہ حاضر تک یہی کتاب فقہ اہل کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے حقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ اہل کی حظیم الشان خدمت انجام پائی۔

المدونہ نامی مرتبہ کے اسد میں مطبع خیرہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی، اگرچہ اس خطبہ نسخہ میں علامہ کا کوئی ذکر نہیں، کیونکہ سخون کے مصر جانے کے بعد فرانچ کے لحاظ سے اس کی تدبیر کا حق سخون کو بھی حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ یہ اصل نامی اسد ہی کی ہے۔ اور امام سخون نے بھی بخوبی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ابن فرحون نے اپنی کتاب میں اسد کے ترجمہ میں امام سخون کے وہ کلمات درج کئے ہیں جو انھوں نے المدونہ کے متعلق ظاہر

کے تھے، اور اس نے المدونہ کے تمام شروع و حواشی اور شخصیات کو اسد کے ترجمہ میں انصاف یہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

”سخنوں کا قول ہے کہ تھیں اس مدونہ کو اپنے لیے لازم کر لینا چاہیے۔ وہ ایک صالح شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی مدونہ ہے۔ اور سنیوں کا کہنا ہے کہ یہ مدونہ سنیوں ہی دورہ کرتی ہے جو نماز میں اس عقائد کا ہے۔ مگر اس کے علاوہ دوسری صورتیں پڑھنے کی اجازت ہو سکیں اس کے بغیر کوئی نماز جائز نہیں ہوتی۔ اس لیے علم کی مجلس مدونہ کے بغیر ممکن نہیں۔ مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔“

پھر ابن قریون انصاف کے متعلق لکھتے ہیں:-
”لوگوں نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیاں کی ہیں، شرعیں بھی ہیں اور اس کی توضیحات کی ہیں۔ کیا کوئی شخص نہیں ہے جس نے اس مدونہ پر حیرت منساں کیا ہو۔ اس کا دور میں زیادہ ہو، اور پھر وہ اسد کے زید و تقویٰ کا کامل نہ ہو؟“

اسد کا مذہب فقہ میں

اسد بہت متقی مسلمان واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتوؤں میں دوسری دین اختیار کی، یعنی بعض مسائل خصوصاً معاملات میں وہ فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دینے لگے، پھر عہدہ قضا پر مامور ہونے کے بعد تو تقریباً تمام معاملات کے فیصلے فقہ حنفی کی رو سے کرتے تھے، کیونکہ ایک طرف ان کے فتوؤں کے مسائل امام سنیوں کے فتوؤں سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیتہً مشتتب ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مسائل معاملات میں جس قدر جزئیات دولت عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی میں منضبط ہو گئے تھے، وہ الانصاف میں موجود نہ تھے۔ چنانچہ ابو القاسم زیادہ بن یونس سیوری کا بیان ہے۔
”اسد نے، ابن قاسم کے خط کو قبول نہیں کیا، اور اپنی کتاب الانصاف پر فتاوہ

کئے رہے۔ پھر اہل عراق و احناف کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے۔

و عالم جلد ۱ ص ۱۱۱

اس طریق سے اسد افریقہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے طبیب و ادیب بن گئے۔ اور یہ فقہ وہ
 بالیکوں کو ناگزیر گذرا۔ اور ان کے خلاف مختلف اقوام میں پھیلائیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھی کہ انھیں امام
 مالک سے شرف مکنت حاصل نہیں ہوا۔ اس کا اندازہ مقدسی (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب احسن التقاسیم کی
 ایک روایت سے ہوتا ہے جسے کسی افریقی سے سن کر اس نے اپنی کتاب میں جگہ دے دی۔ وہ مختصر
 "میں نے (بعض اہل افریقہ سے) سوال کیا کہ تقاسم یہاں امام ابوحنیفہ کا
 مذہب کیوں کر پھیلایا، حالانکہ وہ ہند سے راست میں نہیں ہے تو انھوں نے جواب دیا:

- ۱۔ ہمارے یہاں سے وہب بن وہب مالک کے یہاں سے فقہ و دیگر علوم میں باہر
 ہو کر واپس آئے تو اسد بن عبد اللہ قلات پران کی جلالت شان اور کبر نفس کی وجہ سے
 یہ شقاق گذرا کہ وہ وہب کے سامنے درس کے لیے زانوئے لب نہ کریں۔ اس لیے
 انھوں نے براہ راست امام مالک کی طرف رخ کیا۔ لیکن وہ اس زمانہ میں بڑے تھے
 جب انھیں غصہ سے ہوئے کچھ زمانہ گذر گیا تو امام مالک صاحب فراش رہے تو
 انھوں نے اسد سے فرمایا کہ "تم وہب کے پاس پہلے جاؤ۔ میں نے لوگوں کو
 سفر کی تکلیفوں سے بچانے کے لیے انھیں اپنا تمام علم و رویت کر دیا ہے
 امام مالک کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گراں گذرا اور وہ امام مالک سے
 واپس ہو کر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے جو علمی و فاد میں ان کے ہم پل ہو۔ لوگوں
 امام محمد صاحب ابی حنیفہ کا نام بتایا۔

- ۲۔ چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ان کا خیر مقدم کیا اور
 بڑی توجہ سے پیش آئے۔ اور ان کی ذہانت، ذکاوت اور تحصیل علم کے شوق سے
 متاثر ہو کر بڑی جانفشانی سے علم فقہ پڑھایا۔

۳۔ سبب: مسلک اعلیٰ مستند و قابل اطمینان ہو گئی تو امام محمد نے اہل اہل حنفی مذہب
 و محدث روایت کو مغرب کی طرف بھیجا۔ جہاں پہنچ کر انھوں نے وہیں قیام میں لے
 سلسلہ جاری کیا۔ اور مغرب میں فقہ حنفی کے لیے بہت عرصہ زمین تیار کر دی۔ وہ لوگ
 فراموشی میں آ کر محنت میں لگاؤ کو بھول کر حیرت کرتے تھے۔ وہ ایسے دقیق مسائل
 بیان کرتے۔ جنہیں لوگوں نے کبھی سنا نہ تھا۔ خود ان کی بڑی حماقت محض گواہی
 دیتی تھی اور انھیں تلافیٰ نے مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر اس مذہب کی ایسی
 ترویج کی کہ وہ مغرب کے تمام اہل ہر چھا گیا۔

یہ کسی دینی افریقہ کا بیان ہے، اس میں اسد کے دینہ اور عراق کے مسافر کے متعلق جو باتیں ہیں وہ
 قلعی بے اصل ہیں۔ اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتوں سے گذر چکے ہیں۔ پھر وہ سبب
 جن وہ سبب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ امام مالک کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ورنہ وہ سبب جو
 اسد کے دینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت میں امام مالک سے موطا پر حصے سے
 بھی انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ روایتوں کے علاوہ جواب پر گذریں، قاضی اسد نے بھی اس فہرست میں اسد
 کا نام رکھا ہے جنہوں نے امام مالک کی دعا پڑھی تھی۔

دوسرے بارہ دہائیوں میں راوی کا بیان درج ہے، اس میں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام محمد نے
 اہل حنفی مذہب کو محدث روایت پر ہٹا کر افریقہ بھیجا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں فقہ کر عبد الرحمن بن قاسم سے
 امام اسدیہ مرتب نہ کرتے۔

اس قسم کی روایتوں کی بنا پر یہ شہرت ہو گئی کہ اسد نے، اہل مذہب ترک کر کے حنفی مذہب میں
 توبہ کیا۔ لیکن یہاں تک روایت و قیاسات سے اسے دیکھا جاسکتا ہے، اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اسد
 کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القفری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

کان من اهل امار العراقین اسد قفروا من احبات کے امارت تھے، علم فضل
 بالقفروا ان کا فتنہ مشہور تھا اور بغداد میں شہرت لائے۔ کہتے تھے، وہ اس کا

امام محمد

بالفضل والبرین و دینہ

۱

ابن و غیب منت تھا۔

و مذہبہ السنۃ

میں بیان کیا آخری فقرہ "دینہ وصال مذہب السنۃ" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی وسعت نظر اور اجتہاد کے ساتھ سنت پر عمل کرتے تھے اور جہاں تک ان کا تعلق تھا، وہ فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے۔ تاہم ابن عمر نے انھیں ہر دور میں مالکی مذہب کا پیرو سمجھا، چنانچہ مالکی مذہب کے فقہاء کے حالات میں مختلف کی چونکا جی مختلف زبانوں میں لکھی گئیں "ان میں مالکی فقیہ کی حیثیت سے اسد کا نام موجود ہے، برخلاف اس کے فقہائے احناف کے عقائد کی کتابوں کا لکھنا الحنفیہ وغیرہ میں اسد کا نام موجود نہیں۔ اور ان کے دور میں مالکی مذہب کے طلبہ بھی بہ کثرت موجود رہتے تھے۔

اسد قاضی القضاۃ کے عہد پر

جس زمانہ میں اسد افریقہ واپس آئے، قزوآن کے عہدہ قضا پر جسے قاضی القضاۃ کہنا چاہیے عبداللہ بن خاتم قاضی تھے، وہ اسد کے قدردان اور ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ جب تک زندہ رہے، مسائل و معاملات میں ان سے مشورہ دیتے رہے۔ و معاملہ جلد و عدل ان کی وفات کے بعد نشستہ میں ایک دوسرے اس علم ابو محمد اس عہدہ پر سرفراز کے آگے، پھر افریقہ کے شیخ و علم، نے اسد کو اس عہدہ پر سرفراز کرنا چاہا، چنانچہ علی بن حمید نے زیادۃ اللہ کے ساتھ اسد کی علمی مرتبت فضل و کمال اور شہرت کا تذکرہ کر کے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ابو محمد کو دولت اعلیٰ کے بانی ابو اسمعیل بن اغلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا، اس لیے زیادۃ اللہ نے انھیں معزول کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی یہ دوسری شکل اختیار کی کہ اسد کو شکستہ میں اس عہدہ میں مساوی حیثیت سے ابو محمد کا شریک بنا دیا۔

یہ اسلامی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہدہ پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کے ساتھ دو شخص مامور رکھے جائیں۔

اسد کا یہ فقر ابو محرز کو قدرتنا ناگوار گذرا، عطاوہ ازیں ان دونوں میں کسی قدر سچی چشمک موجود تھی اب وہ معاویہ کا چشمک اور زیادہ تیز ہو گئی۔ اور باہمی مسابقت کے جذبات پیدا ہو گئے اور کبھی مناظرہ بجا لواتا تک نوبت پہنچ جاتی۔ ان دونوں کی چشمکوں کے ایک سے زیادہ واقعات صحابہ عالم و غیرہ نے تفصیل سے دیکھے ہیں اور دونوں کے علم و فضل کا موازنہ کیا ہے۔ صاحب معالم کی رائے ہے

معاویہ ابو محرز سے علم و فضل میں زیادہ تھے۔ اور انھیں قدر پر زیادہ عبور حاصل تھا۔ ابو محرز اگرچہ اسد سے علم و فقر میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات حواصل کے جواب میں حق ان کے ساتھ جتا تھا۔

اس کے بعد ۳۲۳ھ میں منصور طبری نے زیادۃ اللہ کے خلاف خروج کیا۔ اور واسطت قیروان پر قابض ہو گیا۔ منصور کے مستولی ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں اس کے پاس پہنچے۔ اس کی مجلس میں سلطنت کے ایمان و المورفج کے ممتاز قاضین موجود تھے۔ منصور نے ان کے عہدہ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادۃ اللہ کے مظالم بیان کئے، اور دونوں کی اسے طلب کی ابو محرز نے موقع و محل سے غافل ہو کر اس کے بیان کی تائید کر دی، لیکن قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی، بلکہ اسے ظالم ٹھہرایا، یہ سن کر ایک فوجی افسر تلوار اٹھتے ہوئے اسد کے سر پر کھڑا ہو گیا، مگر معاویہ نے فوج روک دی۔ اس کے بعد یہ دونوں لوٹ آئے اور مخالف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے۔

زیادۃ اللہ نے ۳۳۳ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور قیروان پر قابض ہو گیا۔ منصور کے دربار ابو محرز اور قاضی اسد کی چرگ لگ کر ہوئی تھی، وہ امیر زیادۃ اللہ کے کاؤں تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے دوبارہ امتداد حاصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا۔ اور قاضی اسد اپنے مکان پر قیام فرمایا۔ اب وہ افریقہ کے تنہا قاضی القضاۃ تھے۔

افریقہ کے اعیان و علماء قاضی اسد کے عہدہ قضا کا احترام اور لحاظ اس کے شایان شان کرتے

عالم اور مجاہد

قاضی اسد بن خرات افریقہ کے نہایت ممتاز اہل علم اور امام داکٹر قاضی بریلو صفت اور امام محمد و غیرہ جیسے مشاہیر محدثین و فقہاء کے ارشد کما ذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب التذکرۃ کا اصل متن ان ہی کی تصنیف تھا، وہ افریقہ کے مجدد قاضی القضاۃ پر غاڑے تھے۔

منصب امارت

جب قاضی اسد کو اپنے مجدد امارت مقلید کی خبر ملی، انہیں اس کے قبول کرنے میں کسی تردد پس و پیش نہ ہوا، کیونکہ انہوں نے مسند قضا کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہیں کیا، اس لئے والی افریقہ نزادۃ اللہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”مجھے منصب قضا“ جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت

سپردہ کی جاتی ہے۔“

زراۃ اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا۔

”مجدد قضا پر مجھے غارم، اور لشکر کی امارت مجھے نہیں سپرد کی جاتی ہے، جو چاہئے

اعز از اور مجھ میں مجدد قضا سے زراۃ اللہ بہت میں تمہارے لئے قضا کا انشاء

بھی باقی رکھتا ہوں اور تیسرے کاغذی ایئر سے خطاب کیا جاتا ہے ؟

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے عمدۃ امارت فوج و منصب قضا کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہیں کہ : یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ افریقہ میں اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدہ دار کوئی شخص ایک وقت ناگزیر نہیں ہوا تھا ۔

شکر کی روانگی اور معززین ایمان شہر کی مشایعت

اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا اس کے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ ان میں کا ہر شخص ایئر فوج کی مشایعت کے لیے لشکر کے ساتھ سوسہ تک جائے ۔ چنانچہ یہ عظیم لشکر بڑے کروڑوں رسالہ و سامان ستیروں اور اسلحہ ہوا ۔ اور ایئر فوج کی مشایعت کے لیے قیروان کے اعیان معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ہمراہ ہوئی ۔ اور پھر قیروان شاہی کی بجائے درہی کے لیے ارکان حکومت میں سے ہر شخص ایئر لشکر کے ہمراہ تھا اور عام باشندگان کا ایک بڑا جمعیہ بھی جو شش و ہفتہ سے فخر سے لگتا ہوا ساتھ ساتھ چار ہاتھ بیاں تک کہ دس ہزار سپاہیوں کا یہ جدید لشکر اسی مرتبہ جہازوں کی شکل میں سوسہ پہنچا ۔

شکر کی روانگی

جب جہازوں کے لنگر اٹھانے کا وقت آیا تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا ۔ فوجی باجے بجنے لگے ۔ جہازوں کے پیچھے بے گول میٹھے لگے ۔ جو ہوا میں اترنے لگے ۔ دس ہزار سپاہی کھنکھاتے ہوئے جہازوں کے ساتھ عرشہ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تولوں کو بار بار جنبش دیتے

میں۔ ساحل پر امرادو اعلیٰ مکرمت اپنے ذوقِ رقی مہوسات میں ایستادہ کھڑے ہیں۔ اور غرام کا
انہو کیڑے ٹھٹھک ٹھٹھک کرتے ہوئے رہا ہے اور فوجِ صلیب کی دعا بار بار باؤں پر آ رہی ہے۔ خیر کو نشانہ
نکالوں کے سامنے تھا کہ اسی جوش و خروش کے عالم میں امیر فوج عرش کے سامنے آیا۔ ایک اور اسی
تقریر کی جو فخر و غرور، اور شان و شوکت کے انوار کے بجائے غم و تیزا ز اور ہند و مشاخ سے بھر پور تھی۔

اس تقریر کا ایک حصہ بعض ترجمین نے نقل کیا ہے جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ہیں :-

”یا مہم القس، میرے باوجود آج تک کبھی والی مقررہ نہیں ہوئے۔ انھیں

کبھی بھی یہ سرفرازی نصیب نہیں ہوئی اور میں بھی اس منصبِ جلیلہ پر ہرگز نہ کیا

جاتا۔ اور ملک کو اپنا زور نہ دیتا۔ اس لیے علم کی تحصیل و تدویں میں سعی و کوشش

کرو۔ میں میں جانفشانی کرو، اور اسی کے پورے اس راہ میں مصائب و مشکلات

کا سامنا ہوتا ہے۔ جنہیں بیان نہ ہوتا چاہیے۔ مراد و مقابلہ کرو۔ اسی سے

تم لوگوں کو نیا دوز میں سرشار ہو سکتے ہو۔

اور اسی تقریر کے بعد جہازوں نے فکر اٹھایا اور یومِ شنبہ ۱۲ رجب الاول ۱۲۸۵ھ کو

یہ اسلامی بیڑا صلیب کو دلا سلام بنانے کے لیے روانہ ہو گیا۔

ساحلِ صلیب پر فوج کی آمد اور وزیرِ بلا مزا احمد متبند

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دار الحکومتِ سر قوس پر
حملہ آور ہوتے تھے۔ اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہیں کیا۔ اور اپنی حکمت سے ایک ایسے شہر کا
رخ کیا، جو بلا مزا احمد قبضہ میں آ گیا۔ چنانچہ اسلامی بیڑا سر قوس سے تین دن کا راستہ طے کر کے یومِ
۱۲ شنبہ ۱۲ رجب الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۶۷ء کو ساحلِ شہر میں باز میں لنگر انداز ہو گیا۔

لے۔ تاریخِ صلیب کو دلا سلام دینے کے بعد، دراصل القس و دار الحکومت ۱۰ جون ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۶۷ء کو

مغرب ۱۲۸۵ھ کو اخبار القس جلد ۱ ص ۶۳۶، نہایت القس و دار الحکومت ۱۰ جون ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۶۷ء کو

اسلامی لشکر پر سے جوش و خروش سے ساحل پر اترا اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اسد بن خرت نے ہاذ میں اپنی مورچہ بندی کی اور یہیں بیٹھ کر دشمنوں کا انتظار کرنے لگا۔ تین دن اسی انتظار میں گزر گئے۔ سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا۔ لوگ سمجھے کہ رومیوں کا مقدمہ الحیش پہنچا۔ جوش و خروش سے ہتھیار بھجال لیے اور حملہ آوری کے لیے پرتل رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ غیبی کا کوئی دغا اور سادون دستہ ہے۔

ہشتمی

مجاہدین اسلام نے جتنا باذن شوق جہاد میں تین دن ہاذ میں گزروائے، معلوم ہوا کہ وہی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ بنائیں گے۔ آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پریم بلند کر دیا اور اہل کی کٹائی کو ہاذ کا گورنر مقرر کیا۔ اور یہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر مزید فتوحات کے لیے پیش قدمی کی، اسلامی لشکر کو چ کر تاجہر مقام مرج میں پہنچا تو دشمنوں کی فوج سامنے دکھائی دی اور مجاہدین بھی یہیں خیمہ زن ہو گئے۔

لیکن حکومت بنو نعلی بھی اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مایکل کے خلاف جرجسطنطین شہنشاہ کی وکی سے شادی کر کے تخت حکومت پر قابضانہ قابض ہوا تھا۔ جارجیا میں برابائیش اس کے باوجود اس نے صقلیہ کی طرف فوراً توجہ کی، اور جہاں تک خود اس کی استطاعت میں تھا ایک رومی ڈیڑھ مرتب کر کے قسطنطین سے حقیقتہً روانہ کیا۔ لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہ تھا، اسی لیے اس نے حکومت وئیس سے مدد طلب کی اور دونوں کے جہازوں کا مشترکہ جہاز بیہیچوہ میں صقلیہ پہنچا۔ اور اس طریقہ سے تین تین حکومتوں، قسطنطین، وئیس اور صقلیہ کا مشترکہ عظیم دست

عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلے کے لیے مقام مرج پر ڈیڑے ڈالے ہوئے تھا۔ مرج میں ان تینوں حکومتوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی۔ جس کی کمان ملوٹ کے ہاتھ میں تھی اور اس کے مقابلہ میں اسلامی امیر فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے۔

حقیقہ کا پہلا بیان

پھر اس نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لو اے جنگ خود اپنے ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے
مسلمان سپاہی، دیموں کی ٹٹھی دل قروح سے لڑو برا نام تھے۔ ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا
سیلاب اُمنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے۔ اسد کے
اس کا اندازہ ہوا تو وہ جوش و خروش سے سامنے آئے۔ جند آواز سے سورہ یسین تلاوت کی اور پھر اپنے
نجا بدین کو خطاب کیا اور ایسا بے محل اور جہت افزا خطاب کیا کہ اسلامی فوج کی محبت و شجاعت میں خیر
معمولی اضافہ ہو گیا، اور انھیں اندر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان رتھ سے چھپ چھپا کر بھاگ گئے
اور نجا بدین کی نشستہ تواریخ اپنی پیاس بجھانے کے لیے اصراراً انھیں تلاش کرتی رہیں۔ جو آج
اتفاق سے سب کے سب یک جا مل گئے ہیں۔ اس لیے آج اسی تلواریں کو اپنی خون آشتیوں
کا خوب موقع ملے گا۔ اس کے وہ بے رحم چلے تھے۔

نہا ہوا یہ ساحل کدوئی ٹھم میں جو روپے شہر کو یہاں جمع ہو گئے۔ یہ تھا جسے بھل گئے ہوئے غلام میں اس سے کہیں حافظ نہ مڑنا۔“

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگا تے ہوئے آگئے بڑھے اور جز خوافی کرتے ہوئے واپس
برگشت بڑھے۔ مہادیو نے بھی تلواریں سنبھالیں اور غریب کے اس جنگل میں گھس گئے۔ اور گھمسان

کی لڑائی ہونے لگی۔ رومیوں نے سارا ذوالاسد پر صرف کیا، اور انھیں پر پے در پے حملے کرتے گئے، حتیٰ کہ وہ بھی پامردی سے جا بسدیتے رہے۔ اور گزرنہوں سے چرچہ ہو گئے، مگر وائے جنگ با تقدس نہ چھوٹا یہاں تک کہ جس ہاتھ میں جھنڈا تھا وہ خون سے تر ہو گیا۔ مگر اس نے اس کو سرنگوں نہ ہونے دیا آخر رومیوں کے پائے ثبات میں نفوذ آئی، مذی دل فوج ورم برہم ہونے لگی، اور غیر خزاہ جھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اور صفیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور رومی فوج کا ایک کثیر حصہ کام آگیا، میدان کا زار میں بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے گرفتار ہوئے، بشمار مال غنیمت جس میں پوشیوں اور سامان رسد کا اور حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا اور صفیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانوں کے لیے بطور فال نیک انجام کو پہنچی۔

اس پہلی معرکہ آرائی میں سب سے نمایاں کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا۔ میدان جنگ کا وہ تذکرہ بالانقض اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخوں میں مذکور ہے جو خود اس جنگ میں شریک تھے۔

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح و ظفر کا شہدہ خلیفہ مامون کو بھیجا اور اس کی شہرت تمام عالم اسلامی میں پھیل گئی۔

رومیوں کی فوجی طاقت میں اتاری

رومی ایجنڈا فیلڈ لاکھ کی جمعیت لے کر آگے بڑھے تھے۔ اور انھیں یقین کامل تھا کہ منشی بھرا سلاوی لشکر کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپ سے کھل دیں گے، اور وہ اپنے اس غزوہ و ہزار میں پورے سادو سامان اور کھن فوجی طاقت سے پہلے ہی معرکہ آرائی میں میدان جنگ میں اتر پڑے تھے، اس لیے جب انھیں اس میں شکست نصیب ہوئی تو یہ کسی ایک معرکہ میں شکست نہیں تھی۔ بلکہ رومیوں کی پوری فوج

کی قوت کی تباہی و بربادی تھی۔ یہاں تک کہ گورنر متقلبہ لحاظ اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر سرزمین متقلبہ چھوڑ بیٹھا اور قزوین چاکر چناہ آگین ہوا اور سر قوس کی تمام حکومت یہاں کے مذہبی پیشوا ایچارتہ کے ہاتھ میں آ گئی اور متقلبہ کی حفاظت خود اہل متقلبہ کو کرنی پڑی۔

اسلامی شکر کی بیشتی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیش قدمی کرتا ہوا مرج سے کید خنی پہنچا، لیکن یہاں کوئی جماعت متقلبہ کے لیے نہیں نکلی، اس لیے اسلامی لشکر نے فترعات کا، لڑہ وسیع کر کے کنیہ سلفین میں آ کر ڈیرے ڈالے۔

جزیرہ کی ادائی صلع

میں اہل متقلبہ کی ایک بہت بڑی جماعت جس کے سرخیل بطارتہ تھے، قلعہ کراش سے نکل کر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امان ہوئی۔ اس دن جزیرہ کی ایک رقم متعین کی، اس کو ان لوگوں نے ہر ضا و غنبت قبول کیا، اور ناموں جو کروا پس چلے گئے۔

اس میں مقامات کو بدو و شمشیر فتح کر چکے تھے، ماضی کے مددہ میں ٹھہر گئے، کیونکہ کراش سر قوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا۔ اور یہاں کی نرائندہ جماعت حکومت سر قوسہ کی نمائندہ تھی۔ اس لیے اسلامی اصول جنگ کے مطابق اس جزیرہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملوں کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اہل سر قوسہ بھی اسلامی حکومت افزیت کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے۔ اب وہ لوگ سے طوطہ پھٹن تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتی۔

سرقوسہ کا محاصرہ

شکر: سلام سرقوسہ کے قرب و جوار پہ قبضہ کرتا ہوا اس کے شہر خانہ کے نیچے بیچھا۔ سرقوسہ
جنرالیٹی حیثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا۔ اور اس کا شمالی
حصہ خشکی سے طبرہ تھا۔ اس کا صدر دروازہ اسی جانب تھا۔ صدر اس کی جنرالیٹی حیثیت
مطابق تھی اور اس کو دروازے کی طرف سے گھیر لیا۔ خود صدر دروازے کی طرف ڈیرے ڈال دیئے۔
اور فوج کا ایک حصہ سمندر کی طرف بھیج دیا اور اسلامی پیرے ہر طرف حثیتیں کر دیئے۔

حسن اتفاق سے اسی آٹن میں، اقلہ سے اعلیٰ فوج آگئی، اس ملک سے محاصرہ کو فوجی قوت
پہنچی، لیکن دوسری طرف منصورین کی عداوتی فوج بھی بلرم سے آئیں۔ اب فوج جنگ اس طرح
قائم ہو کر، اس کو ایک طرف منصورین کو شکست دے کر شہر میں داخل ہونا تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ
ایک طرف منصورین کی جنہیتوں کی زور پڑتی تو دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اس کو گھیرت ہوئے تھی۔
اسد نے موقع جنگ کا اغوا کر کے اپنے گرد اگر د ایک وسیع خندق کھدوائی اور اس سے آگے بڑھ کر
ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی۔

سد کی اس حکمت عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا۔ اس
نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی استعداد... کو ششیں کیں، لیکن ہر ترشہ ناکامی ہوئی اور ان
کاششوں میں بہت سے رومی کھائی میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اور بالآخر اسی طریقہ سے اس
حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی۔

جب رومیوں کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اس نے محاصرہ میں اور زیادہ سختی برتی
اور نہت ہو کر منصورین کو طالب امان ہونا پڑا۔ اسد اس استعداد کے قبول کو جیسے براٹل برچکے تھے، لیکن
اسد ہی شکر کے دیگر اصحاب مل و عقد نے اہل سرقوسہ کی پہلی عداوت کو پیش نظر رکھا، اور اس قسم کی صلہ کی
سخت مخالفت کی اور سرقوسہ پر نہ تو قبضہ کرنے کا ترجیح دی، مجبوراً اسے مذاکرہ صلہ کو موقوف کر دیا

اور سلسلہ محاصرہ بدستور جاری رہا۔

لیکن بہت محاصرہ طویں ہوا تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات میں گھر گئے۔ کیونکہ محاصرے کے بعد ان کا ہر نقشہ تھا۔ وہ بزم کے روزی لشکر کے ضعیف ہو جانے کے باوجود بھی قائم تھا۔ روزی لشکر اب اگرچہ علاؤ الدین کی قوت نہیں رکھتا تھا تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا۔ اور نیز اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام منصوبہ علاقہ سے الگ تھا۔ ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ لشکر کے ساتھ جس قدر سامان رسد تھا، رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لیے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی۔

اس صورت حال سے اسلامی لشکر میں بددلی پیدا ہو گئی۔ اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اس کو افریقہ کی واپس کا خیال پیدا ہو گیا، چنانچہ ایک ممتاز جلی علم ابن قادم کو نماندہ بنا کر اسد کے پاس بھیجا گیا اور راضوں نے پختہ طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا۔

یہ موقع اسد کے لیے نہایت ملاک تھا۔ اگر طالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر میں فتنہ اٹھانے کی ہمتی ہوئی ہے اور اگر مطالبہ تسلیم کر لیا جاتا ہے تو جزیرہ میں مسلمانوں کی تمام جائیدادوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ علاؤ الدین محاصرہ اس قدر طویل ہو گیا تھا کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آ گئے تھے اور اسی نے انھوں نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لیے اس موقع پر محاصرہ کا اٹھالینا دانشمندی کے سراسر خلاف تھا۔ اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے نقشہ کو رد کیا چاہا اور ابن قادم کو جواب دیا:-

میں مسلمانوں کی جنگی خدمت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ عادت ایسے نہیں کہ

رامی کا قصد کیا جائے۔ ابھی اسلامی لشکر میں بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے:-

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا۔ اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم

رہے۔ جب اس جماعت کا اصرار زیادہ ہو چکا تو اسد نے جہازوں کے چٹاویے کی دھمکی دی۔ اس پر

سرخیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرز خطاب اختیار کیا اور کہا:-

”اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمان بن عفان قتل کر دئے گئے تھے“

بن تادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر میں فتنہ منظم پر پا کر دیتے۔ لیکن اسد نے اس کا فوری تذکرہ کیا۔ اور اپنی خدمت کو گرفتار کر کے بادشاہ جرم میں چند کوٹے لگوئے۔ یہ ہمارے آریانہ مورخین ہوتی، شہر شہادت ہوتی، مورخین شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگے، اور ہمارے بدستور جاری رہا۔

غرض سر قوس کا محاصرہ بھی قائم رہا، محاصرین اپنے سامان رسد کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار تھے۔ اور محصورین محاصرہ کی سختیاں برداشت کرتے کرتے عاجز آ گئے، تھے۔ موقع موقع پر لڑائی کا سلسلہ جاری تھا، چند تیرا دھیرے آ جاتے اور چند دھیرے پیک دیئے جاتے اور کسی کبھی دست بردست لڑائی کی نوبت بھی آ جاتی۔

حالت محاصرہ میں اسد کی وفات

محاصرہ کے یہ حالات قائم تھے کہ اسلامی لشکر کا ایک ناگانی افتادہ بیماری، لڑائیوں کا سلسلہ جو قائم تھا، اسی میں اتفاق سے امیر لشکر بھی زخمی ہو گئے، زخم اتنا کاری تھا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکا اور انہیں زخموں سے حالت محاصرہ ہی میں بلاء ربیع الآخر ۱۲۸۸ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور فاتح معتقد اسی سرزمین میں تر خاک ہوا جس کو وہ اپنے فتویٰ اور فتوحی سے دارالاسلام قرار دے چکا تھا۔

مسلمانوں نے یادگار کے طور پر ان کی قبر پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔

اسد کی وفات سے افریقہ میں بھی گھر گھر صفت ماتم بچھ گئی، خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا قیروان میں بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کی گئی، اور وہ قدیم شہر کے حال نشانی آج تک مکتزی ہوئی ہے۔ اس پر اسد بن قرات لکندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گزری ہے۔ مسجد کا طرز تعمیر نہایت خوب

اسد کا زمانہ ولایت

اسد کا زمانہ ولایت اگرچہ صرف ایک سال چند دن رہا، لیکن واقعات و نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا۔ اس کے زمانہ ولایت میں مازکو دار الحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی۔ حد و حکومت میں ماز اور اس کے مضافات داخل تھے۔ علاوہ ازیں ماز سے سر قوسہ تک جس قدر بھی علاقہ تھا، اور اس میں تازہ خانہ اور اہم قلعے تھے، وہ سب سرِ طاعتِ تم کر چکے تھے۔ یہاں بن فرات کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو غریمِ دقوت سے دبا دیا، وہ مصطفیٰ کی تاریخ کسی اور رنگ میں بہتی۔

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی جو تمام ممالک مفتوحہ میں مسلمانوں کی عام روش تھی۔ یعنی جزیرہ مصطفیٰ میں قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیرِ طاعت لانا جس کی دو شکلیں تھیں۔ جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوئے، وہ اسلامی حکومت کے زیرِ حمایت تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی بڑاؤ کیا جاتا جو جزیرہ ادا کرنے والی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن جو مقامات جنگ پر آئیں اور انھیں فتح کیا جائے تو وہ اسلامی حکومت کے دائرہ حکومت میں داخل ہوں گے۔ اور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوقِ مطاع کے جائیں گے اسد خود فتنہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عمدہ قضایہ فائز رہ چکے تھے۔ اس پر یہ مصلحتاً صلح پسند طبیعت پائی تھی۔ اور ان کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح و آشتی سے زیر کئے جائیں اور سب قبولِ جزیرہ کی شرط قبول کر لیں۔ اسی بنا پر انھوں نے اہلِ مسیح کی پہلی صلح آسانی منظور کی، اور جب اہلِ سر قوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی وہ بارہ درخواست کی تو اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہو گئے، لیکن دیگر اصحابِ اہلِ عقیدہ کی مخالفت کی وجہ سے باز آنا پڑا۔ اسد نے جزیرہ میں جس طریقہ پر صلح و جنگ کی بنیاد قائم کر دی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ جو مقامات جزیرہ کی ادائی منظور کر لیں، وہ آزاد اور اسلامی حکومت کے دائرہ

سے اہر کئے جائیں اور جو مقامات بروز ہمیشہ فتح ہوں، وہ اسلامی وائرہ حکومت میں داخل کر لیے جائیں۔ اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت عقیدہ کو ہمیشہ اجنادوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، ہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے یہی طریقہ مناسب تھا، اور اسی میں خونریزی کے امکانات کم تھے۔

نیشینی

اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجوارسی کو اسلامی لشکر نے ہاتھ ملایا اور اس نے حکومت اور فوج سنبھال لی۔

سائنس کا نقشہ تر گزشتہ دور کا

مکمل گزشتہ



اس کتاب میں سائنس کے تمام شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔



اس کتاب میں سائنس کے تمام شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔

پیشہ ورانہ
تفصیل سے
تفصیل سے



اس کتاب میں سائنس کے تمام شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس میں سائنس کے مختلف شعبوں کی تاریخ اور ترقی کا تفصیلی بیان ہے۔

پیشہ ورانہ
تفصیل سے
تفصیل سے



پوسٹ بکس ۵۳۸ لاہور



کتاب منزل

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com